اکتیسواں مسئلہ

ایک نشست میں تین طلاق

تین یا ایک؟

احادیث نبویہ سے واضح بیان

صاحب عقل وفہم شوہر اگر اپنی مدخولہ بیوی[1] کو ایک نشست میں تین طلاقیں دے دے تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے کہ اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی خواہ یہ طلاقیں اس نے ایک ہی

(۱) **مدخولہ:** وہ بیوی جس سے شوہر نے تنہائی میں ملاقات کی اور وہاں جماع سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔ گفتگو اسی عورت کی طلاق میں ہے۔
اور وہ عورت جس سے شوہر نے تنہائی میں ابھی ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو کی مگر وہاں جماع سے کوئی چیز مانع تھی مثلاً گھر کی کوئی عورت تھی، یا ماہِ رمضان کا روزہ تھا تو وہ عورت ''غیر مدخولہ'' کہلاتی ہے اس کو شوہر نے اگر ایک ساتھ تین الگ کلموں سے تین طلاقیں دے دیں مثلاً کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق تو وہ بالاتفاق ایک ہی طلاق سے نکاح سے نکل جاتی ہے اور طلاق کا محل نہیں رہتی اس لیے اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ غیر مقلدین نے احادیث میں غیر مدخولہ کا حکم پڑھا اور وہی حکم مدخولہ پر بھی چسپاں کر دیا، حالاں کہ احادیث وآثار میں دونوں کے احکام جدا جدا بیان کیے گئے ہیں۔
شرح معاني الآثار للإمام أبي جعفر الطحاوي، ج:۳،ص: ۵۵ تا ۵۸، كتاب الطلاق/ باب الرجل يطلّق امرأته ثلثا معاً. اور الاستذكار للإمام ابن عبد البر المالكي، ج:۱۷، ص: ۷ تا ۳۰، كتاب الطلاق/ باب ما جاء فى "البتّة" دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق، بيروت. اور معرفة السنن والأثار للإمام البيهقى، ج:۱۱، ص: ٦٤ تا ص:٦٦، باب الطلاق، طلاق الّتى لم يدخل بها، دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق، بيروت- میں ان احادیث وآثار کا تفصیلی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ۱۲ منہ

جملہ میں دی ہوں یا الگ الگ جملوں میں، یہی ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے اور یہی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔

لیکن اس کے برخلاف وہابی غیر مقلدین یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ایک نشست میں تین طلاقیں دینے پر بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور یہ بلا شبہہ کتاب و سنت اور اجماع سے کھلا "انحراف" ہے۔

دلائلِ اہلِ سنت

ہم اس کی وضاحت کے لیے اہلِ حق -اہلِ سنت و جماعت- کے دلائل پیش کرتے ہیں:

(۱) قرآن حکیم سورۂ بقرہ میں ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ(۱)

ترجمہ: طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے، یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ(۲)

ترجمہ: پھر اگر شوہر نے اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر کے پاس رہے۔

ان آیات میں تینوں طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، کہ ایک، دو طلاق تک شوہر کو رجعت کا اختیار ہے کہ چاہے تو عورت کو واپس کر لے اور چاہے تو چھوڑ دے، تیسری طلاق کے بعد اختیار نہ رہے گا اور عورت بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔

حکم تینوں طلاقوں کا بیان کر دیا گیا، لیکن کسی بھی طلاق کے ساتھ یہ شرط نہیں ذکر کی گئی کہ وہ الگ مجلس میں ہو، بلکہ ان احکام کو مطلق، بلا شرط و قید رکھا گیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے لہٰذا جب قرآن حکیم میں ہر طلاق کا حکم مطلق بیان کیا گیا ہے، تو وہ بہر حال جاری ہوگا، خواہ شوہر نے ایک ہی مجلس میں دوسری یا تیسری طلاق دی ہو، یا الگ الگ مجلس میں، ہاں اگر قرآن پاک

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۲۲۹

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۲۳۰

میں یہ ہوتا فَاِنْ طَلَّقَهَا فِيْ مَجْلِسٍ اٰخَرَ ۔ "اگر تیسری طلاق الگ مجلس میں دے دی" تو مجلس کی شرط قابلِ اعتنا ہوتی لیکن قرآن حکیم میں ایسا کہیں بھی نہیں، اس لیے یہ شرط قرآن پر زیادتی ہے۔

علاوہ ازیں عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ: "فا" تعقیب مَعَ الفور کے لیے ہے، یعنی جس چیز پر "فا" داخل ہوتی ہے وہ چیز فا کے ماقبل کے بعد فوراً ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے کہا جاءني زيدٌ فعمرٌو زید آیا پھر عمرو، یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے نزدیک بھی حرفِ فا کا یہی مفہوم ہے چناں چہ ان کے امامِ مجتہد نذیر حسین دہلوی صاحب نے اپنی کتاب معیار الحق کے آخر میں جمع بین الصلاتین کی بحث میں یہ لکھا "فا، ترتیب بے مہلت کے لیے ہے۔"(۱)

تو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شوہر نے دو طلاق کے بعد تیسری طلاق دے دی خواہ فوراً یا بعد میں کسی وقت، تو وہ دوسرے شوہر کے ساتھ رہے بغیر حلال نہ ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

(۲) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُوَيْمِرًا العَجْلاَنِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- المَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.

فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ، جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-؟ فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- المَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا.

---

(۱) معیار الحق کی اصل عبارت یہ ہے: "فإن الفاء على لفظة "فتوضأ فصلّ" للترتيب بلا مهلة. قال في "الفوائد الضيائية": الفاء للترتيب بلا مهلة، هذا القيدُ مِمّا فَاتَ المصنّف، ولا بدّ منهُ، مشموله: انتصار الحق في إكساد أباطيل معيار الحق، ص: ۶۳۳، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.
ومعیار الحق فی تنقید تنویر الحق، ص:۳۱۰، جامعہ تعلیم القرآن والحدیث۔

قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ. أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا» قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ».(۱)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی کے پاس آئے اور کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس مرد کو قتل کر دے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو تم اس شخص کو قتل کر دوگے یا وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم حضور اقدس ﷺ سے میرے لیے یہ مسئلہ دریافت کرو۔

حضرت عاصم نے حضور سے یہ مسئلہ معلوم کیا تو رسول کریم ﷺ نے ایسے مسائل معلوم کرنا ناپسند کیا اور معیوب قرار دیا۔ حضور اقدس کا یہ جواب سن کر عاصم پر شاق گزرا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عُویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول کریم نے کیا فرمایا ہے؟

عاصم نے کہا: تم اچھی خبر نہیں لائے، میں نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا تو حضور نے اس کو ناگوار سمجھا۔ حضرت عُویمر نے کہا خدا کی قسم! میں اس وقت تک خاموش نہیں رہوں گا جب تک کہ خود رسول کریم ﷺ سے یہ مسئلہ نہ پوچھ لوں۔ پھر حضرت عُویمر لوگوں کی موجودگی میں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا اس کو قتل کر دے (اگر وہ ایسا کرے) تو آپ اس کو قتل کر دیں گے؟ یا وہ کیا کرے؟

---

(۱) ● صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۷۹۱، كتابُ الطلاق/ بابُ مَن أجاز طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٨٨، ٤٨٩، كتابُ اللِّعان، مجلس البركات، مبارك فور.

حضور اقدس نے فرمایا: تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے لِعان کیا، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ جب وہ دونوں لِعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عُویمر نے کہا:

یا رسول اللہ! میں نے اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا **پھر انھوں نے حضور اقدس ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں**، ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

میاں، بیوی میں سے ایک لعان کرے اور دوسرا نہ کرے تو واضح ہو جاتا ہے کہ سچا کون ہے اور فیصلہ کس کے حق میں ہو گا۔

لیکن اگر میاں، بیوی دونوں لعان کرلیں تو سچ مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس حدیث کے واقعہ میں میاں، بیوی دونوں نے ہی بارگاہِ رسالت میں لِعان کر لیا: قال سھلٌ: فتلاعنا. اس لیے قرینِ قیاس یہ ہے کہ حضرت عُویمر عجلانی کو لعان کے بعد شبہہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ انھیں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے کا حکم فرما دیں، اس لیے انھوں نے عرض کیا:

كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا۔ یا رسول اللہ! اگر میں نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا تو میں جھوٹا ہوں گا۔

پھر انھوں نے اسے تین طلاقیں دے دیں تاکہ اس کی واپسی کا امکان نہ رہ جائے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ:

(ا) صرف لعان کر لینے کی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق نہیں واقع ہوتی، یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

(ب) لہٰذا لعان کے بعد عورت طلاق کا محل باقی رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عُویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد لعان اپنی بیوی کو طلاق دی۔

(ج) تین طلاقیں ایک ساتھ دینا گناہ ہے مگر اس کے بغیر عورت کی واپسی کا دروازہ مکمل طور پر بند نہیں ہو سکتا تھا اور حضرت عُویمر کو وہ عورت سخت ناگوار تھی، اس لیے تین طلاقیں دے دیں، تاکہ واپسی کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو جائے۔

حضرت عُویمر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ لِعان کے بعد تفریق کر دی جائے گی، اس وجہ سے وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے تین طلاقوں کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور تھے، اس لیے انھوں نے یہ راہ اختیار کی ● یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں پہلے سے ایقاعِ ثلاث کی ممانعت کا علم نہ ہو ● یا ابھی ممانعت کا حکم ہی نہ آیا ہو۔

● الغرض سبب جو بھی ہو نبیِ کریم ﷺ سے کہیں یہ منقول نہیں کہ حضور نے ان پر انکار فرمایا ہو، جس سے یہ اشارہ ملتا ہو کہ عُویمر اپنی لاعلمی یا عذر کی بنا پر قابل عفو تھے۔

(د) اور بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہی عامۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے جیسا کہ آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کا عنوان "بابُ مَن أجازَ الطّلاقَ الثلاثَ" رکھا یعنی تین طلاقیں نافذ ماننے والوں کا باب۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس "ترجمة الباب" سے یہ ذہن دیا ہے کہ حدیثِ باب سے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں کے وقوع کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

☆ اور سنن ابی داؤد کی روایت سے تو یہ مفہوم روز روشن کی طرح عیاں ہے، الفاظ یہ ہیں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ فَطَلَّقَهَا ثَلاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- وَكَانَ مَاصُنِعَ عِنْدَ رسول الله -صلى الله عليه وسلم- سُنَّةً.[1]

ترجمہ: سہل بن سعد نے اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ عُویمر نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیں، تو رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں، اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جو ہوا وہ سنت ٹھہرا۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۵، كتابُ الطّلاق/ بابُ اللِعان، رقم الحديث: ۲۲۵۰.

(۳) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ القُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلاَقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ القُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الهُدْبَةِ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لاَ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ».(۱)

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! رفاعہ نے مجھ کو "طلاق بتّہ" دے دی، میں نے اس کے بعد عبد الرحمٰن بن زَبِیر سے نکاح کر لیا، اور میں نے ان کو کپڑے کے جھور کی طرح پایا، تو حضور نے فرمایا کہ شاید تم دوبارہ رفاعہ کے یہاں جانا چاہتی ہو تم الگ نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ عبد الرحمٰن تمھارا شہد چکھ لیں اور تم ان کا۔

اس حدیث میں "طلاقِ بتّہ" سے مراد تین طلاق ہے کیوں کہ حلالہ کی ضرورت اسی طلاق میں ہوتی ہے۔ اس کی تائید اسی حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جو "كتاب الأدب" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے:

فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلاثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ إلخ.(۲)

ترجمہ: رفاعہ قُرظی کی بیوی نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ رِفاعہ کے نکاح میں تھی تو انھوں نے اسے تیسری طلاق دے دی تو ان کے بعد اس سے عبد الرحمٰن بن زبیر نے نکاح کیا الخ۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت رفاعہ قُرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دی تھیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے "بابُ من أجاز الطلاق الثلاث" کے تحت نقل فرمایا۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۷۹۱، كتاب الطلاق، بابُ مَن أجاز طَلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۸۹۹، كتاب الأدب/ باب التبسم والضحك، مجلس البركات، مبارك فور.

الگ الگ تین طہر یا تین مجلس میں طلاق دی جائے تو اس کے وقوع میں تو کسی کو کوئی کلام ہی نہیں ہے، کلام اگر ہو سکتا ہے تو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں، اس لیے "مَن أجاز الطلاق الثلاث" کا تعلق مجلسِ واحد کی تین طلاقوں سے ہے، یہی ظاہر ہے۔(۱)

(۴) صِحاح ستّہ کی مشہور کتاب "سنن ابن ماجہ" میں ایک باب ہے: "بابُ مَن طَلّق ثلاثًا في مجلسٍ واحد" ایک مجلس میں تین طلاق کا بیان۔

پھر اس کے تحت یہ حدیث نقل کی:

عن عامر الشعبي قال: قلت لفاطمة بنت قيس: حدّثِيني عن طلاقك، قالت: طلَّقني زوجي ثلاثا وهو خارج إلى اليمن. فأجاز ذلك رسول الله -صلى الله عليه و سلم-.(۲)

ترجمہ: حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ مجھے اپنی طلاق کا واقعہ بتائیں، تو انھوں نے کہا:

میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

الفاظ حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دی تھیں۔

اس کی تائید اسی حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے، جسے حدیث کی مستند کتاب "دار قطنی" میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ ، فَأَبَانَهَا مِنْهُ النَّبِيُّ

---

(۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں، لاکھوں حدیثیں آپ کے پیش نظر تھیں اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان کے سامنے اس حدیث کی کوئی روایت ایسی تھی جس سے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینے کا جزم ہوا۔ کسی کو اس میں تردّد ہو تو وہ اس دلیل سے صرف نظر کر سکتا ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) سنن ابن ماجه، ص: ۲۲۰، كتاب الطلاق/ باب مَن طلّق ثلاثا في مجلس واحد، رقم الحديث: ۲۰۲٤.

-صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.(۱)

ترجمہ: حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ایک ہی جملے میں تین طلاقیں دے دیں، تو نبی کریم ﷺ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔

حدیث پاک کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں اور ایک ہی جملے میں دی گئی تین طلاقوں کو رسول کریم ﷺ نے نافذ کر دیا، یہی وجہ ہے کہ محدث ابن ماجہ نے اس حدیث کو ''ایک مجلس میں تین طلاق'' کے عنوان سے نقل کیا ہے۔

⑤ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- بِذَلِكَ وَقَالَ: "وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً." فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: « وَاللهِ مَا أَرَدْتَ إِلاَّ وَاحِدَةً ». فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً. فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-.

فَطلَّقهَا الثّانيةَ في زمانِ عُمرَ والثالثة في زمانِ عثمانَ.(۲)

ترجمہ: نافع بن عُجیر بن عبد یزید بن رکانہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سُہیمہ کو ''طلاق بتّہ'' دے دی، پھر انھوں نے نبی کریم ﷺ کو واقعہ کی خبر دی اور عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ رسول کریم نے پوچھا: خدا کی قسم تو نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ تو رکانہ نے عرض کی کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، تو رسول کریم ﷺ نے ان کی بیوی انھیں لوٹا دی۔

پھر حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں انھوں نے دوسری طلاق دی، اور تیسری طلاق حضرت عثمان کے زمانے میں دی۔

یہ روایت ہے حضرت رکانہ کے ایک پوتے حضرت نافع بن عُجیر کی اور انھی کے دوسرے

---

(۱) سنن الدار قطني، ج: ۲، ص: ۱۰، كتاب الطلاق، رقم الحديث: ۳۸۷۷، دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) ❀ سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۱، كتاب الطلاق/ باب في البتة، رقم الحديث: ۲۲۰۶.
❀ سنن ابن ماجه، ص: ۱۴۸، كتاب الطلاق/ باب طلاق البتة، المكتبة الأشرفية

پوتے عبد اللہ بن علی نے بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے، البتہ ان کی روایت میں سرکار کے جواب کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: "هو علی ما أردتَ"(۱) طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی۔

"بَتّـہ" کا لفظ مصدر ہے اور مصدر "فردِ حقیقی" کا بھی احتمال رکھتا ہے اور "فردِ حکمی" کا بھی، طلاق کا فردِ حقیقی ایک ہے، اور فردِ حکمی تین، تو طلاق بتّہ کے لفظ میں "ایک" اور "تین" دونوں ہی افراد کا احتمال ہے۔

اب کسی بھی ایک احتمال کی تعیین ہوگی "بیانِ نیت" سے، اس لیے حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتادی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے مگر ایک طلاق مراد لینے میں چوں کہ تہمت کا شبہہ ہے کہ بیوی کو بچانے کے لیے احتمال کا فائدہ اٹھایا، اس لیے انھوں نے قسم بھی کھالی۔

شبہۂ تہمت کی صورت میں بیانِ نیت کا اعتبار قسم کے ساتھ ہی ہوتا ہے، اس کی مزید توثیق کے لیے رسول کریم ﷺ نے ان سے دوبارہ قسم لی۔

اس لیے حضرت رُکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی پر ایک طلاق پڑی، ایسا نہیں کہ انھوں نے تین طلاقیں دیں اور ایک پڑی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت رُکانہ نے "طلاق بتّہ" سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوتیں۔ اور اگر تین طلاقیں پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو حضرت رکانہ، نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی رسول کریم ﷺ قسم لیتے کہ ایسی صورت میں قسم کھانا اور قسم لینا دونوں لغو ہوتا، لیکن جب رسول کریم ﷺ نے قسم لی اور حضرت رُکانہ نے قسم کھائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو گو کہ وہ لفظ انھوں نے ایک مجلس میں اور ایک ہی دفعہ میں کہا تھا تاہم حضور اقدس کا فیصلہ یہی ہوتا: "هو علی ما أردتَ" طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی، یعنی تین طلاق۔

وہابی غیر مقلدین کا موقف اور دلیل:

ان روشن دلائل کے بر خلاف غیر مقلدین نے یہ موقف اختیار کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں بلکہ ان سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، چناں چہ وہابیوں کے پیشوا مولوی

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۱، کتاب الطلاق / باب في البتة، رقم الحديث: ۲۲۰۸.

وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولو طلّق غير المدخول بها، أو الصّغيرة، أو الأئسة أو الحامل التى استبان حملُها ثلثًا بكلمة واحدةٍ، أو بكلماتٍ مُتفرقةٍ فى مجلس واحدٍ فيقع الواحد .... ولو قال لموطوءته: "أنت طالق ثلاثًا للسنة أو "على طريق السنة" فلا تقع إلا واحدة. وكذلك لو كانت غير موطوءة.(۱)

ترجمہ: غیر مدخولہ یا صغیرہ یا آئسہ یا حاملہ کو ایک کلمہ سے تین طلاق دی یا ایک نشست میں الگ الگ کلموں سے تین طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر اپنی موطوءہ بیوی سے کہا "تجھے تین طلاق سنت" یا "تجھے بطور سنت تین طلاق" تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، یوں ہی اگر غیر موطوءہ ہو تو بھی ایک ہی واقع ہوگی۔

اس سلسلے میں انھیں کافی تلاش وجستجو کے باوجود صحیح بخاری شریف میں کچھ نہ ملا، اور صحیح مسلم شریف میں بھی سوائے ایک صحابی کے بیان کے کوئی حدیث نہ ملی اور جو بیان ملا وہ ان کے لیے حجت نہیں۔

ساتھ ہی یہ ایک ضعیف و منکر حدیث کا بھی سہارا لیتے ہیں، ہم یہاں وہ دونوں روایتیں ا۔ مختصر تبصرے کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

① أخبرنا ابنُ جريجٍ، أخبرني بعضُ بَني أبي رافع، مولى النّبيّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- عن عِكرمة مولى ابن عباس ، عن ابن عباس، قال: طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ أُمَّ رُكَانَةَ ... ثُمَّ قَالَ: «رَاجِعِ مَرْأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ». فَقَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ، رَاجِعْهَا»(۲)

ترجمہ: ابن جُریج کہتے ہیں کہ مجھے ابورافع کے لڑکوں میں سے بعض نے خبر دی کہ عکرمہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ابورکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی... تو رسول اللہ ﷺ نے

(۱) كنز الحقائق من فقه خير الخلائق، ص: ٦٩، كتاب الطلاق، شوكة الإسلام، بنغلور.

(۲) سنن أبي داؤد، ص: ٢٥٠، كتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ٢١٩٦.

فرمایا: اپنی بیوی ام رکانہ کو لوٹالو، انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، حضور نے فرمایا مجھے معلوم ہے، تم اسے نکاح کر کے لوٹالو۔

② عن ابن طاؤس عن أبيه عن ابن عباس قال: كان الطلاقُ على عهد رسولِ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- و أبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمرُ بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم.[1]

ترجمہ: حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں، نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق ایک مانی جاتی تھی، تو حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: جس بات میں لوگوں کے لیے ڈھیل اور آسانی تھی اس میں وہ جلدی بازی کرنے لگے تو اب بہتر یہ ہے کہ ہم اسے ان پر نافذ کر دیں، پھر حضرت فاروق نے ان پر اسے نافذ فرما دیا۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں تین طلاقوں کو تین قرار دیا گیا، اس سے پہلے تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق مانا جاتا تھا۔

لیکن اس استدلال کی حیثیت ایک شبہہ ضعیف سے زیادہ نہیں، اس کی قدرے تشریح یہ ہے:

وہابیوں کی پہلی دلیل "حدیث اول" پر کلام:

(الف) حدیث اول ضعیف و منکر ہے، اس کے راوی مجہول لوگ ہیں، چناں چہ شرح صحیح مسلم میں امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أمّا الرواية التي رواها المخالفون أن ركانة طلّق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين.[2]

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٧٧، ٤٧٨، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) المنهاج شرح "الصحيح لمسلم بن الحجّاج"، ج:۱، ص: ٤٧٨، بابُ طلاقِ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: یہ روایت کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ اور رسول اللہ نے اسے ایک طلاق قرار دیا، ضعیف روایت ہے جس کے راوی مجہول لوگ ہیں۔

(ب) طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے اس لیے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور گھر کے لوگوں کی روایت یہ ہے کہ رُکانہ نے "طلاق بتّہ" دی تھی اور خود رُکانہ نے حضور ﷺ کے دربار میں قسم کھا کر یہ اعتراف کیا تھا کہ ان کی نیت ایک طلاق کی تھی، اور اس کے برخلاف تین طلاق کی روایت گھر والوں کے علاوہ دوسروں کی ہے، تو معاملۂ طلاق میں گھر والوں کی روایت کے خلاف دوسروں کی روایت مقبول نہ ہوگی، چناں چہ محدث جلیل الشان حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی "طلاق بتّہ" والی روایتوں کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ : "أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا" لِأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ. وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي أَبِي رَافِعٍ.[1]

ترجمہ: "طلاق بتّہ" والی یہ حدیث، ابن جُریج کی اس حدیث سے اَصح ہے کہ "رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں" کیوں کہ نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی حضرت رُکانہ کے اہل خانہ ہیں اور اہل خانہ کو واقعہ کا علم زیادہ ہوتا ہے اور ابن جُریج کی حدیث کو تو ابو رافع کے کسی بیٹے نے روایت کیا (جو مجہول بھی ہے اور اہل خانہ سے بھی نہیں)

یہی محدث ابوداؤد ایک اور مقام پر ابن جریج والی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- أَصَحُّ. لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ وَأَهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ أَنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- وَاحِدَةً.[2]

ترجمہ: نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی کی یہ روایت کہ "رُکانہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتّہ"

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۱، کتاب الطلاق/ بابٌ في البتة، رقم الحدیث: ۲۲۰۸.

(۲) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۰، کتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحدیث: ۲۱۹۶.

دی تھی اور نبی ﷺ نے انھیں رکانہ کو لوٹا دیا تھا" صحیح ہے، اس لیے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور اہل و عیال کو اس بات کا خوب علم تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف "طلاق بتّہ" دی ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے (رکانہ سے قسم لے کر) اسے ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم شریف میں یہ لکھنے کے بعد کہ تین طلاق والی روایت کے راوی مجہول لوگ ہیں اور وہ روایت ضعیف ہے، صراحت فرماتے ہیں کہ:

و إنّما الصحيح منها ما قدمناه أنه طلّقها البتة.(۱)

ترجمہ: صحیح صرف وہ روایت ہے جو ہم پہلے نقل کر آئے کہ رکانہ نے "طلاق بتّہ" دی تھی۔

ایک اور محدث امام ابن حجر شافعی فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا دَاوُدَ رَجَّحَ أَنَّ رُكَانَة إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَته اَلْبَتَّة كَمَا أَخْرَجَهُ هُوَ مِنْ طَرِيق آل بَيْت رُكَانَة، وَهُوَ تَعْلِيلٌ قَوِيٌّ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ بَعْض رُوَاته حَمَلَ "اَلْبَتَّة" عَلَى الثَّلَاث فَقَالَ: طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَهٰذِهِ النُّكْتَة يَقِف الِاسْتِدْلَال بِحَدِيثِ اِبْنِ عَبَّاس.(۲)

ترجمہ: محدث ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو محض "طلاق بتّہ" دی تھی، کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل و عیال ہیں اور یہ مضبوط دلیل ہے اور ابن جریج والی روایت میں یہ ممکن ہے کہ بعض راویوں نے لفظ "اَلبتَّة" کو تین طلاق پر محمول کر کے یہ روایت کر دیا ہو کہ انھوں نے تین طلاق دی تھی تو اس نکتہ کی وجہ سے ابن عباس کی اس روایت سے استدلال ساقط الاعتبار ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ لفظ "اَلبتَّة" ایک طلاق کا بھی احتمال رکھتا ہے اور تین طلاق کا بھی، جیسا کہ پہلے گزرا تو کسی راوی نے اس لفظ کے دوسرے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے "اَلبتَّة" کی جگہ "ثلاثًا" "تین" روایت کر دیا، حالاں کہ رُکانہ نے لفظ "ثلاثًا" سے طلاق نہ دی تھی، بلکہ

(۱) المنهاج شرح "الصحيح لمسلم بن الحجّاج" للنووي، ج: ۱، ص: ۴۷۸، بابُ طلاقِ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج:۹، ص: ۳۶۳، كتابُ الطلاق/ بابُ مَن جوّز الطلاق الثلاثَ، دار الفكر، بيروت

لفظ ''اَلبتّۃ'' سے دی تھی۔

اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ''ثلاثًا'' والی روایت کسی سند سے صحیح بھی ہو تو بھی رُکانہ کے گھر والوں کی روایت اُس پر راجح ہوگی کہ ان کو حقیقت واقعہ کا علم زیادہ ہے۔

(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مجہول راویوں نے جو حدیث روایت کی ہے کہ ''رُکانہ نے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک قرار دیا''، یہ حدیث اس لیے بھی ناقابل عمل اور ساقط الاستدلال ہے کہ حضرت ابن عباس کے فتاویٰ اس کے برخلاف ہیں، صحابۂ کرام میں سے کسی بھی صحابی سے یہ ناممکن ہے کہ وہ رسول اللہ کی حدیث روایت کریں پھر اس کے بعد اس کے خلاف فتوی صادر کریں، اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی صحابی حدیثِ رسول کی روایت کے بعد اس کے خلاف عمل کرے، یا فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث یا تو بعد میں منسوخ ہوگئی یا کسی کی گڑھی ہوئی ہے، اس لیے قابلِ عمل نہیں، چناں چہ نورُ الانوار میں ہے:

و المروي عنه: . . . إذا عمل بخلافه بعد الرواية مما هو خلاف بيقين سقط العملُ به لأنه إن خالفه للوقوف على نسخه أو موضوعيته فقد سقط الاحتجاج به۔(۱)

ترجمہ: حدیث کا راوی روایت کے بعد جب اس کے خلاف عمل کرے اور یہ عمل حدیث کے خلاف ہونا یقینی ہو تو اس حدیث پر عمل (کا حکم) ساقط ہو جائے گا، اس لیے کہ راوی نے اس حدیث کے خلاف عمل یا تو اس وجہ سے کیا ہے کہ اسے اُس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہو گیا، یا یہ معلوم ہو گیا کہ وہ حدیث گڑھی ہوئی ہے، لہٰذا اس سے استدلال ساقط ہو جائے گا۔

الغرض تین طلاق کو ایک قرار دینے والی حدیث تین تین طرح سے ناقابلِ عمل اور ناقابلِ استدلال ہے:

ایک : اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف و مُنکر ہے، اس کے راوی مجہول افراد ہیں۔

دوسرے: اس لیے کہ یہ حدیث حضرت رُکانہ کے اہل و عیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسرے: اس لیے کہ راویِ حدیث حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

---

(۱) نور الأنوار، ص: ۱۹٤، مبحث طعن يلحق الحديث، مجلس البركات، مبارك فور.

وہابیوں کی دوسری دلیل: "حدیث دوم" پر کلام:

حدیث دوم حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ سے ناقابلِ استدلال ہے:

(الف) یہ حدیث مطلق ہے، جس کے عموم میں مدخولہ، غیر مدخولہ، مجلسِ واحد اور مجالسِ مختلفہ سبھی داخل ہیں، تو حدیث کا ظاہری مفاد یہ ہے کہ ● شوہر، مدخولہ کو تین طلاق دے یا غیر مدخولہ کو ● ایک ساتھ ایک کلمہ میں تین طلاقیں دے، یا کئی دفعہ میں اور کئی کلموں میں ● ایک مجلس میں تین طلاقیں دے، یا الگ الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی، حالاں کہ یہ بلا شبہہ قطعًا، یقینًا احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے عموم و اطلاق کے لحاظ سے ناقابلِ حجت ہے۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاویٰ اس حدیث کے بھی خلاف ہیں، لہٰذا اس حیثیت سے بھی یہ حدیث اپنے عموم کے ساتھ قابلِ حجت نہ رہی۔

ان دونوں وجوہ کے پیش نظر اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، کیوں کہ اس حدیث کے عموم میں جیسے ایک مجلس داخل ہے، ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں، ساتھ ہی تین طہر بھی تو شامل ہیں تو پھر یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ تین مجلس اور تین طہر اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی طلاق ہوں گی، حالاں کہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث مؤول ہے، اسی لیے علمائے امت نے اس کی کئی **تاویلیں** فرمائیں۔

(ا) عہد صحابہ میں تکرارِ طلاق سے مقصود تاکید ہوتی تھی:

پہلے لوگ عمومًا طلاق کی تکرار تاکید کے لیے کرتے تھے، نئی طلاق مقصود نہیں ہوتی تھی، بعد میں ان کا عرف بدل گیا اور طلاق کی تکرار کر کے دوسری، تیسری طلاق مراد لینے لگے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ طلاقیں بھی عمومی طور پر نافذ کر دیں، اس کی صراحت شرح مسلم میں ہے[1]

---

(۱) المنهاج شرح الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٧٨، باب طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

اور اب تو حال یہ ہے کہ لوگ تین طلاق سے کم کو طلاق سمجھتے ہی نہیں، وہ اسی لیے تین طلاقیں دیتے ہیں تاکہ طلاق پکی ہو جائے، تو یہ بلا شبہہ تکرار طلاق سے دوسری، تیسری طلاق کا پکا ارادہ ہے، نہ کہ پہلی طلاق کی تاکید۔ عرف بدل جاتا ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔

اس کے شواہد ہم نے اپنی کتاب "فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول" میں پیش کیے ہیں اس لیے عرف ناس اور حالات زمانہ کے تغیر سے چشم پوشی کر کے بدلے ہوئے حکم پر جمے رہنا فقہ شناسی کی روش سے بعید تر ہے۔

(۲) یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے:

عہدِ رسالت اور عہد صدیقی میں اور خلافتِ فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ، ایک ایک طلاق دیتا، اس لیے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی طلاق کا ہوتا، لیکن بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے، اس لیے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری تھا، اس تاویل کی تائید ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟،

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، «كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ».[1]

ترجمہ: حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابو الصہباء نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے، انھوں نے عرض کی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵، كتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ۲۱۹۹

طلاقیں دے دیتا تو اسے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق کے زمانے میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟

حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیوں نہیں، شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو عہد رسالت و عہد صدیقی میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا، پھر جب حضرت عمر نے دیکھا کہ لوگ "ایک ساتھ"[(۱)] تین طلاقیں دینے لگے ہیں تو فاروق اعظم نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں ان پر نافذ کر دو۔

مسلم شریف کی حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کے الفاظ "قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة" کا بھی مفاد یہی ہے کہ الگ الگ تین طلاق میں "ڈھیل اور آسانی" تھی، لیکن انھوں نے "جلدی بازی" کر کے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا شروع کر دیا۔

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس سے تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاقیں دی ہوں اور اس باب میں ہم اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلافت فاروقی میں لوگوں کی عادت تبدیل ہو چکی تھی اور وہ تین بار میں طلاق دینے کے بجائے ایک ساتھ ہی دفعۃً تین طلاقیں دینے لگے تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے صحابۂ کرام کی موجودگی میں تین طلاقیں قرار دیا، کیوں کہ اب صورت مسئلہ بدل چکی تھی اور یہی ہمارا مذہب ہے، چوں کہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے عین مطابق تھا، اس لیے صحابۂ کرام نے بلا انکار نکیر اسے تسلیم فرمایا جو ان کے اجماع کی دلیل ہے۔

---

(۱) عون المعبود شرح سنن ابوداود میں ہے:

"قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا": أَيْ فِي الطلّقات الثّلَاث دَفْعَةً، وَقَوْله: "تَتَابَعُوا" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَة، وَفِي بَعْض النُّسَخ "تَتَايَعُوا" بِيَاءٍ مُثَنَّاة مِنْ تَحْت، وَهُمَا بِمَعْنًى أَيْ أَسْرَعُوا فِي الطلّقَاتِ الثّلَاث بِأَنْ أَوْقَعُوهَا دَفْعَة. اھ(عون المعبود شرح سُنن أبي داؤد، لأبي الطيب محمد شمس الحق العظيم أبادي الوهابي، ج:٦، ص: ٢٧٥، كتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة)

الحاصل کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے خواہ ایک دفعہ میں، یا کئی دفعہ میں، تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو بھی تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی، ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدّد مجالس میں، کئی مرتبہ میں، یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاقیں دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دو طلاقیں لغو ہوں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی مذہب صحابہ کرام کا ہے، یہی احادیث سے ثابت ہے، اس کے خلاف اگر کوئی حاکم فیصلہ دے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا، بلکہ کالعدم و باطل ہوگا کہ اس کا وہ فیصلہ اجماع کے خلاف ہے۔

ایک نشست کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماعِ صحابہ و اجماعِ فقہا

شوہر نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو تینوں طلاقیں واقع ہونے پر اجماعِ صحابہ و اجماعِ فقہا ہے۔

● امام ابن الہمام کمال الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں کثیر آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد یہ انکشاف فرماتے ہیں:

فَإِجْمَاعُهُمْ ظَاهِرٌ، فَإِنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ خَالَفَ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- حِينَ أَمْضَى الثَّلَاثَ،فَإِنَّ الْعِبْرَةَ فِي نَقْلِ الْإِجْمَاعِ مَا نُقِلَ عَنْ الْمُجْتَهِدِينَ، لَا الْعَوَامَ. وَالْمِائَةُ الْأَلْف الَّذِينَ تُوُفِّيَ عَنْهُمْ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا تَبْلُغُ عِدَّةُ الْمُجْتَهِدِينَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ كَالْخُلَفَاءِ وَالْعَبَادِلَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُم – وَقَلِيلٍ. وَالْبَاقُونَ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِمْ وَيَسْتَفْتُونَ مِنْهُمْ، وَقَدْ أَثْبَتْنَا النَّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيحًا بِإِيقَاعِ الثَّلَاثِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ.

وَعَنْ هَذَا قُلْنَا: لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَاحِدٍ وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ

حُكْمُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَسُوغُ الِاجْتِهَادُ فِيهِ.(۱)

ترجمہ: ایک مجلس میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابۂ کرام کا اجماع ظاہر ہے کیوں کہ جس وقت خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں طلاقیں نافذ فرمائی تھیں کہیں منقول نہیں کہ اس وقت کسی بھی صحابیِ رسول نے ان کی مخالفت کی ہو کیوں کہ نقل اجماع میں سارے عوام کا اتفاق درکار نہیں بلکہ اس کا اعتبار ہے کہ وہ فقہاے مجتہدین سے منقول ہو۔ اور ایک لاکھ صحابۂ کرام۔ جنھیں چھوڑ کر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ میں فقہا کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، جیسے خلفاے راشدین، عَبادِلہ(۲)، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس، ابوہریرہ، اور چند اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باقی صحابہ انھی کی

---

(۱) فتح القدير، ج: ۳، ص: ۴۵۲، ۴۵۳، كتابُ الطلاق/ بابُ طلاقِ السُّنة، بركات رضا، فور بندر.

(۲) عَبادِلَہ: "عبد اللہ" نام کے چار صحابہ کو کہا جاتا ہے۔ محدّثین کے نزدیک وہ صحابہ یہ ہیں: ● عبد اللہ بن عباس ● عبد اللہ بن عمر ● عبد اللہ بن زُبیر ● عبد اللہ بن عمرو بن عاص۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور فقہاے حنفیہ کے نزدیک چوتھے صحابی "عبد اللہ بن مسعود" ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

(و) قال الإمام (فخر الإسلام: إن كان الراوي من المجتهدين كالأربعة) الخلفاء الرّاشدين (والعَبادلة) في الحاشية: العَبادلة: ابنُ عباس وابن عمر وابن الزبير وابن عمرو بن العاص، وليس منهم ابن مسعود. وقد غلط الجوهري، كذا في "القاموس". أقول: هذا عند المحدثين، فأما عند الفُقهاء الحنفية فابنُ مسعود منهم فالتغليط غلط. (وغيرهم) كأُم المؤمنين عائشة الصديقة، ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وأبي موسى الأشعري وأبي الدرداء، وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم كافّة أجمعين .... وقد سبق أن أبا هريرة فقيه مجتهد لا شك فيه. (فواتح الرحموت، ج:۲،ص: ۲۲۷، الاصل الثاني: السُّنة / مسئلة: إذا تعذّر الجمع بين خبر الواحد والقياس، دار إحياء التراث)

عمدۃ القاری میں ہے:

ووقع في "مبهمات" النووي وغيرها: أن الجوهري أثبت ابن مسعود منهم وحذف ابن عمرو اهـ. (عمدة القارى، ج:۱،ص:۱۸۳، كتاب الإيمان/ باب: بني الإسلام على خمس، دار الفكر)

ان عبارات میں ۱۶ر مجتہدین صحابہ کا ذکر ہے، باقی ۴، ۵ صحابہ کا ذکر کشف الاسرار شرح اصول بزدوی، وغیرہ میں ہے۔ ۱۲ منہ

طرف رجوع کر کے مسائل دریافت کر لیا کرتے تھے اور ہم نے اکثر مجتہدین صحابہ سے یہ صریح نقل پیش کر دی کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور اس باب میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو حق کے بعد کیا رہا سوائے گمراہی کے، اسی وجہ سے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی حاکم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ نافذ نہ ہوگا کیوں کہ اس میں اجتہاد جائز نہیں۔

● امام حجۃ الاسلام ابوبکر جصّاص رازی کتاب و سنت و آثارِ صحابہ سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں:

فالكتابُ و السُّنة و إجماعُ السَّلَف توجب إيقاعَ الثلاثِ معًا و إن كانت معصية.[1]

ترجمہ: حاصلِ کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاقیں لازماً ایک ساتھ واقع ہوتی ہیں اگرچہ یہ گناہ ہے۔

● طحاوی شریف میں ہے:

لَمَّا كَانَ فِعْلُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- جَمِيعًا فِعْلًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ ، كَانَ كَذَٰلِكَ أَيْضًا إِجْمَاعُهُمْ عَلَى الْقَوْلِ إِجْمَاعًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ.[2]

ترجمہ: جب تمام اصحاب رسول ﷺ کا فعل واجب الحجت ہے تو یوں ہی قول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کا اجماع بھی واجب الحجت ہوگا۔

● طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

وَفي البَحر: مَنْ أنكَرَ وقوعَ الثلاثِ فقد خالفَ الإجماعَ. و لو حكَمَ حاكمٌ بأنّ الثلاث تقع واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ فيه الاجتهاد.[3]

---

(۱) أحكام القرآن للإمام الجصّاص الرازي الحنفي، ج: ۱، ص:۴۶۹، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق الثلاث معا، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) شرح معاني الآثار المعروف بالطحاوي، ج:۲، ص:۳۴، بابُ الرجل يطلِّق امرأته ثلاثا معًا، مكتبه ملت.

(۳) حاشية الطّحطاوي على الدّر المختار، ج:۴، ص:۳۶۳، كتابُ الطلاق/ دار الكتب العلميّة.

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے: جس نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے کا انکار کیا اس نے اجماع کی مخالفت کی، لہٰذا اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، کیوں کہ اجماعی مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

● صاوی شریف میں ہے:

"هذا هو المجمع عليه" یعنی اس پر اجماع ہے۔[1]

● مقدمات ابن رشد میں ہے:

وَ هُوَ مَذْهَبُ جَمِيْعِ الْفُقَهَاءِ وَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَ لَا يَشُذُّ فِي ذٰلِكَ عَنْهُمْ إِلَّا مَنْ لَا يُعْتَدُّ بِخِلَافِهِ مِنْهُمْ.[2]

ترجمہ: تمام فقہا و علما کا مذہب یہی ہے اور ان سے وہی شخص الگ ہے جس کی اہل علم میں کوئی حیثیت اور کوئی شمار نہیں۔

● فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

فالراجحُ في الموضعين تحريمُ المتعة وايقاع الثلاث، للإجماع الذي انعقدَ في عهد عُمرَ على ذلك، ولا يُحفظُ أن أحدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما.

وقد دلّ إجماعهم على وجود ناسخ، وإن كان خفيَ عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهرَ لجميعهم في عهد عُمرَ، فالمخالفُ بعد هذا الإجماع منابذٌ له.

والجمهورُ على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق والله تعالى أعلم.[3]

ترجمہ: دونوں جگہوں میں راجح "متعہ کی حرمت" اور "تین طلاقوں کا وقوع" ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اس پر اجماع منعقد ہوگیا تھا۔ اور ایسا کچھ محفوظ نہیں کہ حضرت عمر

(۱) حاشية الصاوي على الجلالين، ج: ۱، ص: ۱۹۵، سورة البقرة، دار الفكر، بيروت.

(۲) مقدمات ابن رشد، الملحق بـ "المدونة الكبرى"، ج: ۵، ص: ۲۷۹، كتاب طلاق السنة، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: ۹، ص: ۳۱۹، كتاب الطلاق، مكتبة ابن تيمية.

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں کسی نے ان سے ان مسائل میں اختلاف کیا ہو، اور صحابۂ کرام کا یہ اجماع ناسخ کے وجود کی دلیل ہے، اگرچہ وہ ناسخ اس سے پہلے بعض صحابہ سے مخفی تھا اور وہ خلافت فاروقی میں سب پر عیاں ہو گیا تو اس اجماع کے بعد اب اگر کوئی اختلاف کرے تو وہ اجماع کا مخالف ہے۔

اور جمہور علمائے اسلام کے نزدیک اجماع کے بعد اختلاف غیر معتبر ہے۔

''استذکار'' اور ''اقناع'' میں بھی ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کی صراحت ہے۔(۱)

---

(۱) • الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج:۱۷، ص: ۸، ۹، دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق.

• الإقناع في مسائل الإجماع للإمام الحافظ أبي الحسن ابن القطان (م: ٦٢٨ھ) ج:۲،ص: ۳۵، ۳٦، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، القاهرة.